THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اعتقادی وفروعی مسائل میں اختلاف کا دائرہ کار: رواداری اور اتحادِ امت کے فروغ میں اس کا کردار

The Scope of Disagreement in Doctrinal and Subsidiary Issues: Its Role in Promoting Tolerance and Unity of the Ummah

Dr. Amber Ghani
Senior Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Bahria University, Karachi Campus, Pakistan.
Email: amberghani.bukc@bahria.edu.pk
ORCID: https://orcid.org/0000-0001-7087-2902

Abstract

This research examines the scope of disagreement in doctrinal (iʿtiqādī) and subsidiary (furūʿī) issues within Islamic discourse and explores its role in promoting tolerance and unity among the Muslim Ummah. Disagreement is an undeniable reality in Islamic intellectual history; however, not all disagreements are of the same nature or degree. Some disagreements pertain to fundamental principles of faith (uṣūl al-dīn) and essential matters of religion (ḍarūriyyāt al-dīn), in which no flexibility exists, while others concern subsidiary and jurisprudential issues that have been present since the Prophetic and Companions' era. Unfortunately, in contemporary times, this fundamental distinction is often overlooked, leading to the treatment of subsidiary matters as doctrinal issues, resulting in takfīr (excommunication), sectarianism, and social disintegration. The study clarifies the scope of doctrinal and subsidiary rulings, distinguishing between creed (ʿaqīdah) and opinion (naẓariyyah), examining the nature of differences among the Companions in subsidiary matters, analyzing the scholarly reasons for these disagreements, and determining their status in Islamic law. The research employs an analytical and descriptive methodology, drawing upon classical sources of Islamic jurisprudence, Qur'anic exegesis, and historical records. The findings reveal that while doctrinal matters require absolute unity, subsidiary differences should be approached with tolerance, mutual respect, and scholarly engagement. The study concludes that Islam, as the religion of moderation, promotes tolerance, unity, and mutual respect, and that subsidiary differences should never become a cause of conflict, division, or excommunication.

Keywords: *Scope of Disagreement, Doctrinal Issues, Subsidiary Issues, Tolerance, Unity of Ummah, Takfir, Islamic Jurisprudence*

امتِ مسلمہ کی فکری تاریخ میں اختلاف ایک ایسی حقیقت ہے جس کا انکار ممکن نہیں، تاہم ہر اختلاف کی نوعیت اور درجہ ایک جیسا نہیں ہوتا۔ بعض اختلافات اصولِ دین اور ضروریاتِ دین سے متعلق ہوتے ہیں جن میں کسی قسم کی گنجائش نہیں جبکہ بعض اختلافات فروعی اور اجتہادی نوعیت کے ہوتے ہیں جو خود عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ سے چلے آرہے ہیں۔ بد قسمتی سے دورِ حاضر میں اس بنیادی فرق کو نظر انداز کرتے ہوئے فروعی مسائل کو بھی اعتقادی مسائل کا درجہ دے دیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں تکفیر، فرقہ واریت اور معاشرتی انتشار جیسے مسائل جنم لیتے ہیں۔ زیرِ نظر مضمون میں اعتقادی اور فروعی احکام کے دائرہ کار کو واضح کرتے ہوئے یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ عقیدہ اور نظریہ میں کیا فرق ہے، صحابہ کرام کے عہد میں فروعی مسائل میں کس نوعیت کے اختلافات پائے جاتے تھے، ان اختلافات کے علمی اسباب کیا ہیں اور شریعتِ اسلامیہ کی رو سے ان اختلافات کی حیثیت کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی زیرِ بحث لایا گیا ہے کہ اسلام بحیثیت دینِ اعتدال کس طرح رواداری، وحدتِ امت اور باہمی احترام کا درس دیتا ہے تاکہ فروعی اختلاف کبھی بھی نزاع، تفرقہ اور تکفیر کا ذریعہ نہ بنے۔

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

اعتقادی و فروعی مسائل میں اختلاف کا دائرہ کار، اسباب و علل

تخلیق انسانیت فطرتی دین پر کی گئی ہے جس سے پھرنا کفر ہے۔ جس طرح اللہ تعالی نے انسان کو دنیاوی امور میں عقل و خرد کی طاقت دی اسی طرح عقل کو استعمال کر کے ایمان و کفر میں بھی کسب کے درجہ میں اختیار دیا تاکہ وہ اس دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے دین فطرت یا ملت اسلامیہ میں سے کسی ایک کو اختیار کریں۔ اسلام اور کفر آپس میں ضد اور نقیض ہیں اسلام ہو گا یا کفر ہو گا ایسا نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں مسلمان بھی ہو اور کافر بھی۔ کفر کے ماننے والے الگ الگ خداؤں کی پوجا کرتے ہیں اور شیطان کے ساتھی ہیں جبکہ مسلمان صرف اور صرف اللہ کی عبادت اور بندگی کو ہی سرمایہ افتخار سمجھتا ہے اور اسی میں اپنا راحت اور سکون پاتا ہے۔ کفر ایک ملت واحدہ ہے اور اسلام اس ملت کے سامنے پورے عہد شباب کے ساتھ ابھرا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہی پوری دنیا میں پھیل گیا اسلام میں بغیر رنگ و نسل کی تفریق کے ہر ایک برابر ہیں اگر کسی کو کسی پر برتری حاصل ہے تو صرف تقوی کی بنیاد پر۔ اسلام کی اس حقیقی روح کو صحابہ کرام نے حقیقی انداز میں ہی سمجھا اور صحابہ کرام سے سلف و صالحین نے اپنے تعامل سے ان عملی صورتوں کو مزید واضح فرمادیا ہے۔

اسلام کی حقیقی تعلیم سے جس نے بھی روگردانی کی پھر اس نے اپنا الگ راستہ اختیار کیا اور وہ راستہ ضلالت اور گمراہی کا تھا، ایسے فرقے خود تو گمراہ تھے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے اور کرواتے چلے گئے، جیسا کہ روافض، خوارج اور دوسرے فرقہ ضالہ جن میں مجسمہ، معطلہ، مشبہ، مرجئہ اور کرامیہ وغیرہ شامل ہیں۔ جبکہ دوسرے فرقہ ضالہ جیسا کہ قرامطیہ، باطنیہ اور دیگر جنہوں نے قرآن وحدیث کے مسلمہ عقائد کو صحابہ کرام اور تابعین عظام کے ذکر کردہ متواتر معنی سے الگ ایک نئی اور خود ساختہ تعبیر بیان کرنی شروع کر دی اور صوم و صلوۃ، زکوۃ و جہاد اور دوسری دینی اصطلاحات کے نئے مطالب نکالنا شروع کر دیئے تو تبع تابعین اور حضرات مشائخ نے دین فطرت سے انحراف کی پاداش میں ان کے بارے میں کفر کا فتوی دیا۔

یاد رہے کسی بھی گروہ یا فرد پر کفر یا فتوی ایسے ہی نہ لگایا جاتا ہے بلکہ اس کی چند وجوہات ہوتی ہیں، عام طور پر کفر کے فتاوی کن چیزوں پر لگاتے ہیں اور کن مسائل پر لگتے ہیں پہلے ان کا جاننا بہت ضروری ہے، جب تک چیزوں کے بارے میں معلومات نہیں ہو گی اس وقت تک ان کا تدارک اور مسائل کا حل نکالنا فعل عبث کے مترادف ہو گا۔ دین کے احکام اور مسائل کی اساس دو اقسام پر ہے حقیقی جنہیں اعتقادی بھی کہتے ہیں اور دوسرا فروع۔

اعتقادی احکام:

اعتقادی احکام کا تعلق ضروریات دین سے ہوتا ہے، جیسا کہ عقائد، عبادات حلال و حرام وغیرہ۔ یہ تمام چیزیں روز اسلام سے اب تک متواتر اور معروف ہیں۔ پھر ان اعتقادی احکام میں تفصیل ہے:

عقائد: اللہ تعالیٰ کے بارے کیا عقائد ہیں، فرشتوں کے بارے میں کیا عقائد، انبیائے کرام کے متعلق کیا عقیدہ ہونا چاہئے، تاجدار ختم نبوت ﷺ کے بارے میں کیا عقیدہ ہے، جنت، دوزخ، قبر و حشر، میزان و قیامت کے بارے میں کیا عقائد ہونے چاہئے۔

عبادات: نماز روزہ، حج زکوۃ کے بارے میں کیا عقیدہ ہونا چاہئے۔ اور حج و زکوۃ کی ادائیگی اور اس بارے میں اسلام کی تعلیمات کیا ہیں۔

حلال و حرام: اسلام نے کن چیزوں کو حلال قرار دیا ہے اور کن چیزوں کو حرام قرار دیا یہ سب بھی اعتقادی احکام میں آتے ہیں۔

عقیدہ اور نظریہ میں فرق

عقیدہ کو یونیورسل ٹرتھ یا آفاقی سچائی کہتے ہیں، عقیدہ کبھی بھی نہیں بدلتا، آسمان اوپر زمین نیچے ہے، ہم زمین پر رہتے ہیں، ہمارا خالق و مالک رب تبارک و تعالی ہے، اسی نے ہمیں پیدا کیا اور وہی ہمیں موت دے گا۔ عقیدہ من جانب اللہ ہوتا ہے اور عقیدے میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔ خالق کے سب سے زیادہ معتمد اور مستند نمائندے انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اس لیے کسی چیز کے ماضی میں وقوع، حال میں موجود یا آئندہ وقوع پذیر ہونے کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر جو بات قطعیت کے ساتھ کہہ دیں وہی حرف آخر ہے مثلاً ایمانیات کی بنیادی باتوں کو سامنے رکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ کا وجود، توحید باری تعالیٰ، فرشتوں کا وجود، قیامت کا وقوع، جنت اور دوزخ وغیرہ۔ یہ سب باتیں وہ ہیں جن کے

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

بارے میں ہمارے ایمان کی بنیاد قرآن وسنت کی صریح نصوص ہیں۔ جن کو سمجھنے کے لیے عقل ودانش ایک معاون کا کردار تو ادا کرتی ہے لیکن ان میں سے کسی بات اور عقیدہ کا مدار عقل ودانش پر نہیں۔ اسی وجہ سے ان کو عقائد کہتے ہیں اور یہ تمام آسمانی مذاہب میں کسی تفاوت اور فرق کے بغیر مشترک اور یکساں ہیں۔ اس کے برعکس افکار ونظریات کا تعلق فکر ونظر سے ہے۔ دو انسانوں کے فکر ونظر کا زاویہ الگ الگ ہونے سے کسی بھی معاملہ میں دونوں کا فکر اور نظریہ مختلف ہو سکتا ہے۔ ایک ہی شخص کا نظریہ ایک وقت میں ایک، جبکہ دوسرے وقت میں حالات ومعلومات میں فرق واقع ہونے سے اسی مسئلہ میں پہلے سے مختلف ہو سکتا ہے، بلکہ اکثر ہوتا رہتا ہے۔

اعتقادی امور کا شرعی حکم: اعتقادی امور یا مسائل میں شک وشبہ کی قسم کی گنجائش نہیں اگر کوئی شک کرے گا تو خود وہ دائرہ اسلام سے الگ کرلے گا یا پھر دوسرے لفظوں میں ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کفر ہے۔

فروعی مسائل:

فروعی مسائل جیسے قراءت خلف الامام، آمین جہر کے ساتھ کہنا یا سر، ایک چیز سنت ہے یا واجب۔

فروعی مسائل میں اختلاف:

فروعی مسائل میں حضور سید عالم ﷺ کی موجودگی میں حضرات صحابہ کرام میں اختلاف رہا ہے۔ یہ باہمی اختلاف کتب حدیث اور کتب سیر میں بکثرت ملتا ہے۔ حتی کہ صحابہ کرام کا بعض امور میں نبی کریم ﷺ کے رائے کے موافق رائے نہ دینا بھی آیات وآثار سے واضح معلوم ہوتا ہے جیسا کہ

1۔ عبد اللہ بن ابی کا نماز جنازہ پڑھانے سے حضرت عمر کا رسول اللہ ﷺ کو منع کرنا۔

2۔ جنگی قیدیوں سے متعلق انہیں مال کے بدلے چھوڑ دیا جائے یا قتل کر دیا، حضرت عمر قتل کے حق میں تھے جبکہ حضور مال کے بدلے چھوڑ دینے پر راضی ہوئے۔

3۔ جنگ احد میں حضور نے پہاڑ چھوڑنے سے منع کیا مگر صحابہ کرام کا آپس میں اختلاف ہوا جس سے مسلمانوں کو کافی نقصان ہوا۔

3۔ بریرہ ایک باندی تھیں جنھوں نے آزاد ہونے کے بعد اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔ شوہر انھیں بہت چاہتا اور ان کی جدائی کے غم میں نڈھال رہتا۔ حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ صلی علیم نے بریرہ سے کہا اچھا ہوتا اگر اس کے پاس چلی جاتی۔ بریرہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ حکم ہے یا مشورہ؟ کہا نہیں! مشورہ۔ انھوں نے جواب دیا کہ پھر مجھے اس کی حاجت نہیں۔

اس طرح صحابہ کرام کے بعد فقہاء اربعہ کا باہم دلائل کی بنیاد پر کسی بھی جزوی اور فروعی مسئلے میں اختلاف واضح ہے اور اس پر کسی نے نکیر نہیں کی۔ غلام رسول سعیدی فروعی اختلاف کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> فروعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف پر وعید نہیں ہے جیسے ائمہ اربعہ کے فروعی مسائل میں مختلف مذاہب ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں بعض آیات کے متعدد معانی ہوتے ہیں جیسے قرء کے معنی حیض اور طہر ہے اور نبی کریم صلی علیم سے عبادت کے مختلف طریقے مروی ہیں جیسے آپ نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ نماز میں رفع یدین کیا اور اس کو ترک بھی کیا، اسی طرح قرات خلف الامام اور آمین بالجہرہ وغیرہ اور بسا اوقات احادیث کے ثبوت میں بھی اختلاف ہوتا ہے، راویوں کے ضعف اور قوت کے لحاظ سے بھی اختلاف ہوتا ہے اس لئے ایک حدیث ایک امام کے نزدیک مقبول ہوتی ہے اور دوسرے امام کے نزدیک مقبول نہیں ہوتی۔ مثلاً عبد اللہ ابن مسعود کا فقہاء احناف کے نزدیک اپنے والد ابن مسعود سے سماع ثابت ہے اور فقہاء شافعیہ کے نزدیک یہ سماع ثابت نہیں لہذا ابوعبیدہ کی اپنے والد سے روایت احناف کے ہاں متصل اور مقبول ہوگی جبکہ شافعیہ کے ہاں مقبول نہیں ہوگی، اس طرح آیات کے معانی، نبی کریم ﷺ کے افعال اور ثبوت روایات میں اختلاف کی وجہ سے مجتہدین کا فروعی مسائل میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف جائز اور رحمت کا سبب ہے اور اس میں ان کے لئے وسعت اور آسانی ہے۔[1]

[1] غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، جلد 5 (لاہور: فرید بک اسٹال، س۔ن۔)، ص 78۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

تاریخ اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ فروعی مسائل میں اختلاف ہونا فطری چیز ہے کیونکہ ہر ایک ذہنی استعداد سوچ وفکر کا زاویہ اور معاملات کو سمجھنے اور پرکھنے کے لئے ذہنی فکر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ جب یہ چیزیں حقیقت کی طرح واضح ہوگئی تو اب اس بات کو بھی مان لینا چاہئے کہ عہد رسالت وصحابہ میں بھی اختلاف ہوئے اور تاریخی واقعات ان کے گواہ ہیں جن کا انکار دین کی خدمت نہیں اور جن کے ذکر سے اس مثالی دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور نہ باہمی اختلافات صحابہ کرام سے ان نیتوں کی صداقت مجروح ہوتی ہے بلکہ ان سے ہمیں علم ہوتا ہے کہ یہ دین فطری اور قابل عمل ہے۔ لہٰذا ہمیں ماننا چاہئے کہ اس قسم کے اختلاف اسلام میں منع نہیں ہیں بلکہ ایسے اختلاف کی گنجائش موجود ہے۔

مسائل میں اختلاف کی وجوہات:

علامہ غلام رسول سعیدی کی تحقیق سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے فقہی مسائل میں اختلاف فطری امر ہے۔ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے زمانے میں اور اس کے بعد بھی حضرات صحابہ کرام میں کئی اختلاف رونما ہوئے۔ حضرت ابو بکر صدیق وحضرت عمر کے دور میں اختلافات کا دائرہ زیادہ وسیع نہ تھا لیکن مملکت اسلامیہ وسیع ہوئی اور حضرات صحابہ کرام دور دراز علاقوں میں جا بسے تو سب اپنی اپنی روایات کے مطابق مسائل کا استنباط واخراج کرنے لگے اور یوں مسائل میں کثیر اختلاف رونما ہونے لگا جیسا کہ ایک صحابی کے پاس ایک مسئلہ کے حل کے متعلق روایت ہوتی تو دوسرے کسی صحابی کے پاس وہ روایت موجود نہ ہوتی۔ نماز میں بسم اللہ جہراً و سراً پڑھنے کا اختلاف، نماز فجر میں قنوت پڑھنا یا نہ پڑھنا، حجامہ، نکسیر اور قے کے بعد وضو کا لازم ہونا اور اونٹ کا گوشت تناول کرنے کے بعد وضو کا لازم ہونا چند ایسے مسائل ہیں جن میں صحابہ مختلف آراء رکھتے ہیں۔ یہ اس بنا پر کہ ایک صحابی کے پاس ایک روایت موجود ہوتی اور دوسرے کے پاس اس سے مختلف دوسری روایت۔ چنانچہ ہر ایک اپنے فہم وفراست کے مطابق جس روایت پر عمل مناسب سمجھتا اسی کو اصولی مسئلہ کے طور پر بیان کرتا۔

صحابہ کرام وفقہاء عظام کے ایک ہی مسئلہ میں مختلف الرائے ہونے کی متعدد وجوہات ہیں، ذیل میں چند وجوہات بیان کی جاتی ہیں جن کی بنا پر صحابہ وفقہاء کے مابین اختلاف رونما ہوا ہے:

اختلاف بسبب قراءت:

فقہاء میں فقہی مسائل میں اختلاف کی ایک وجہ قرآن مجید کی قراءت کا بھی اختلاف ہے۔ مثلاً ایک آیت ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ط وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ط وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْجَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ط مَايُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ[2]۔

ترجمہ۔ اے ایمان والو جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منھ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ اور اگر تمہیں نہانے کی حاجت ہو تو خوب ستھرے ہو لو اور اگر تم بیمار یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی قضائے حاجت سے آیا یا تم نے عورتوں سے صحبت کی اور ان صورتوں میں پانی نہ پایا تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منھ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کردے اور اپنی نعمت تم پر پوری کردے کہ کہیں تم احسان مانو

حاصل یہ ہے کہ مندرجہ بالا آیت کے لفظ "ارجلکم" کے اعراب میں اختلاف ہے۔ مشہور قراء میں سے ابن عامر زیر ہے۔ جمہور علماء نے لام پر زبر کی قرات جبکہ زیر کی تلاوت کی تاویل کی ہے۔ اس قرآت کے اختلاف کی وجہ سے چار مذاہب بن گئے پہلا مذہب اہل ظواہر کا ہے جن کے ہاں وضو کے اندر پاؤں کا دھونا اور مسح دونوں فرض ہیں جبکہ دوسرا

[2] (سورہ مائدہ:6)

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مذہب ابن جریر طبری کا ہے چاہے تو وضو کر لیا جائے اور چاہے تو مسح کر لیا جائے۔[3] تیسرا مذہب امامیہ اور شیعہ کا ہے جن کے ہاں پاؤں کا مسح فرض ہے جبکہ چوتھا مذہب پاؤں کے دھونے کا فرض ہونا ہے اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک قرآت کے اختلاف کی وجہ سے ایک مسئلہ میں چار مذاہب وجود میں آ گئے۔

اختلاف بسبب حدیث:

صحابہ کرام کی تعداد تقریباً سوا لاکھ ہے، بعض صحابہ کرام حضور کی بارگاہ میں رہتے تھے جبکہ کچھ صحابہ کرام نے زیارت کی اور کچھ احادیث کا سماع کیا اور اپنے اپنے وطن چلے گئے، یا کسی نے کم روایات سنیں جس کے سبب مسائل کو سمجھنے اور استنباط کرنے میں اختلاف صادر ہوا۔ جیسا کہ

1۔ شام میں طاعون پھیلا ہوا تھا، حضرت عمر وہاں کے ارادے سے نکلے راستے میں کسی نے بتایا کہ وہاں طاعون ہے اور حضور نے فرمایا طاعون والے شہر میں نہ جاؤ۔ فاروق اعظم جانے سے رک گئے۔[4]

اسی طرح عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا گیا کہ ایسی بیوہ جس کا مہر طے نہیں ہوا کیا حکم ہے؟ ابن مسعود نے جواباً کہا: لا اعلم۔ کسی قسم کی کمی بیشی نہ کی جائے گی۔ اس عورت پر عدت لازم ہو گی اور میراث سے حصہ بھی وصول کرے گی۔ اسی اثناء میں ایک صحابی معقل بن یسار نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک عورت کا بھی اسی طرح فیصلہ دیا تھا۔ اس پر عبد اللہ بن مسعود اتنے خوش ہوئے کہ اسلام لانے کے بعد انہیں کبھی اتنی خوشی نہیں ہوئی تھی۔[5]

اختلاف بسبب لغت:

عربی زبان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ایک شئے کے لئے کثیر لفظ رکھتی ہے جیسا کہ شیر کے لئے عربی میں 100 سے زائد الفاظ ہیں اور کبھی ایک ہی لفظ سے ایک سے زائد معانی مراد لئے جاتے ہیں اور دیکھا جائے تو ہر معنی اپنے مفہوم کے اعتبار سے بھی درست ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے: (1)

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

ترجمہ: اور طلاق دی ہوئی عورتیں تین حیض تک اپنے آپ کو روکے رکھیں، اور ان کے لیے جائز نہیں کہ چھپائیں جو اللہ نے ان کے پیٹوں میں پیدا کیا ہے اگر وہ اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے خاوند اس مدت میں ان کو لوٹا لینے کے زیادہ حق دار ہیں اگر وہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہیں اور دستور کے مطابق ان کا ویسا ہی حق ہے جیسا ان پر ہے اور مردوں کو ان پر فضیلت دی گئی ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔[6]

لغت میں قروء پاکی اور ناپاکی دونوں کے لئے مستعمل ہے یعنی حیض اور طہر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، بعض ائمہ مجتہدین نے اس سے طہر مراد لیا ہے جیسا کہ امام شافعی اور بعض نے اس سے حیض مراد لیا جیسا کہ امام اعظم ابو حنیفہ۔ اور ان کا یہ اختلاف حضرات صحابہ کرام کے معانی لینے کے اختلاف کے سبب ہوا ہے۔ حضرت عائشہ، ابن عمر اور زید بن ثابت وغیرہ اہل حجاز نے "طہر" مراد لیا۔ حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود وغیرہ اہل کوفہ نے "ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ" سے حیض مراد لیا ہے اور ان کے درمیان بھی اس کے مابین اختلاف ہو گیا۔

(2) عورت کو چھونے سے متعلق حضرات صحابہ کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے آیا چھونے سے مراد محض چھونا ہے یا چھونے سے مراد مجامعت ہے۔

---

[3] محمد بن جریر طبری، جامع البیان فی تاویل القرآن، جلد 10 (بیروت: مؤسسۃ الرسالہ، س۔ن۔)، ص 58۔

[4] مسلم بن حجاج قشیری، صحیح مسلم، کتاب السلام، حدیث نمبر 2119۔

[5] احمد بن شعیب نسائی، سنن النسائی، حدیث نمبر 99۔

[6] القرآن الکریم، سورۃ البقرہ 2:228۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

قرآن شریف میں اللہ تبارک وتعالی ارشاد فرماتا ہے:

"أَوْ لامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيداً طَيِّباً فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوّاً غَفُوراً۔[7]

ترجمہ: عورتوں کے پاس گئے ہو پھر تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے کام لو اور اسے اپنے مونہوں پر اور ہاتھوں پر ملو، بے شک اللہ معاف کرنے والا بخشنے والا ہے۔

اختلاف بسبب اجتہاد و قیاس

فروعی مسائل میں اختلاف کا ایک نمایاں سبب اجتہاد و قیاس کے اصولوں میں فقہاء کرام کا اختلاف بھی ہے۔ جہاں کسی مسئلہ میں قرآن وحدیث کی صریح نص موجود نہ ہو وہاں فقہاء اپنی اپنی بصیرت اور اصولِ استنباط کی روشنی میں اجتہاد کرتے ہیں، اور چونکہ ہر امام کے اصولِ استنباط اور علتِ قیاس میں فرق ہوتا ہے اس لیے ایک ہی مسئلہ میں کئی آراء پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر موزوں پر مسح کی مدت، زکوٰۃ کے نصاب میں بعض اشیاء کی تفصیلات اور خیارِ مجلس جیسے مسائل میں ائمہ اربعہ کے مابین اختلاف اسی اصولی تفاوت کا نتیجہ ہے۔

یہ اختلاف کسی ایک فریق کی غلطی یا دوسرے کی کامل درستگی پر مبنی نہیں بلکہ ہر مجتہد اپنے اجتہاد میں معذور اور ماجور رہے۔ اسی وجہ سے فقہ اسلامی کی تاریخ میں احناف، شوافع، مالکیہ اور حنابلہ کے مابین فروعی مسائل میں اختلاف کے باوجود کبھی بھی ایک دوسرے کی تکفیر یا تفسیق کا رویہ اختیار نہیں کیا گیا بلکہ اس اختلاف کو علمی وسعت اور رحمت کے طور پر قبول کیا گیا۔

اجتہادی و فروعی مسائل کی شرعی حیثیت

اجتہادی مسائل کی وجہ سے کسی پر طعن و تشنیع یا نکیر منع ہے کیونکہ اجتہادی مسائل حق وباطل کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ صحیح اور غلط کا ہے اسی وجہ سے مجتہد کو خطا پر بھی ثواب ملتا ہے اور اگر اس کا اجتہاد درست ہو جائے تو اسے دگنا اجر ملتا ہے یہ بھی ذہن میں رہے کہ اجتہادی مسائل میں کے باجود اجر ملنا اس کے جائز ہونے کی دلیل ہے کیونکہ اہل فتوی کے درمیان ہمیشہ بعض چیزوں کے حلال وحرام ہونے میں اختلاف رہا ہے لیکن حلال یا حرام قرار دینے والوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے متعلق یہ خیال نہیں کرتا کہ جسے وہ حلال یا حرام سمجھ رہا ہے دوسرا اس کے برخلاف سمجھنے کی وجہ سے ہلاک ہو گیا۔

اعتقادی اور فروعی مسائل اسلام میں پائے جاتے ہیں، اعتقادی مسائل میں کسی بھی قسم کے اختلاف کی گنجائش نہیں اور نہ آج تک کسی نے ان میں اختلاف کیا ہے بلکہ سب نے من وعن تسلیم کیا اسی لئے آج تک اعتقادی اختلاف کی مثال ملنا بھی دشوار اور قریب با ناممکن نظر آتی ہے جبکہ فروعی اختلاف میں باب بہت وسیع ہے جو آج تک جاری وساری ہے یہی وجہ ہے کہ فروعی اور اجتہادی مسائل میں اختلاف پر وعید نہیں ہے جیسے ائمہ اربعہ فروعی مسائل میں مختلف الرائے ہیں۔ لیکن ایسے اختلاف میں احترام، اعتدال اور میانہ روی اسلام کا حکم ہے۔ اس لئے ائمہ اربعہ ایک دوسرے کے دلائل کی رعایت کرتے تھے۔ فروعی مسائل میں اختلاف کے درجنوں اسباب ہیں جن میں مشہور حدیث رسول سے لاعلمی، لغات عرب سے ناواقفیت، راوی کی صحت وضعف کا اختلاف اور مختلف نصوص و دلائل کے مابین جمع و ترجیح اور اسکی تفسیر و فہم میں اختلاف قابل ذکر ہیں۔

اسلام دین اعتدال ہے:

اسلام دین اعتدال ہے اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے بلکہ لفظ اسلام کا مطلب ہی امن وسکون تسلیم ورضا اور سلامتی کے ہے نیز اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو تعلیم دی ہے، دین میں آسانی میں پیدا کرو مشکلات سے بچو، خوشیاں پھیلاؤ نفرتیں نہ پھلاؤ۔ خوشیاں اور آسانی اسی طریقے سے آسکتی ہیں کہ جب سب لوگ اسلام کی حقیقی معنوں میں عملی نمونے کا مظاہر کریں کیونکہ جہاں توازن واعتدال نہیں، وہاں ظلم وتشدد ہے اور یہ بات ہر عاقل جانتا ہے کہ ظلم درندگی کی علامت ہے نہ کہ انسانیت کی۔

---

[7] القرآن الکریم، سورۃ النساء 4:43۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

یہ ایک عالمی حقیقت ہے کہ اسلام زندگی کے ہر شعبے میں عدل وانصاف اور میانہ روی کا داعی ہے۔ شدت پسندی اور انتہا پسندی کا قلع قمع کرتا ہے بلکہ یہ دونوں عفریت جہاں بھی ہوں گے اس کا انجام انتہائی خطرناک، مہلک اور عبرتناک ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں دین اسلام انفرادی، اجتماعی، قومی اور ملی ملکی اور بین الاقوامی ہر سطح پر اعتدال اور میانہ روی کا حکم دیتا ہے، اب چاہے وہ نظام سیاست ومعیشت ہو یا جہان فکر ونظر، میدانِ جہاد ہو یا تبلیغ واقامت دین، حقوق العباد کی ادائیگی ہو یا حقوق اللہ کی بجا آوری، سماجی اقدار کا معاملہ ہو یا مذہبی اعتقادات کا، الغرض ہر گوشے کو جس زاویے سے بھی دیکھا جائے اس میں حسن توازن جھلکتا نظر آئے گا۔ برصغیر پاک وہند کے معاشرے میں مذہبی رواداری کی اہمیت دوچند ہے۔ اس میں علماء کرام کا کردار سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ بین المسالک ہم آہنگی اور رواداری کا فروغ معاشرے سے تفریق وتکفیر کے خاتمے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

رواداری کیا ہے؟:

لغت میں رواداری کا مطلب ہے تحمل اور برداشت کے ہیں۔ مختلف مسالک اور عقائد ونظریات رکھنے والوں کو چاہئے کہ آپس میں ایک دوسرے کے دلائل کو سنیں سمجھیں اور بات چیت کا کوئی راستہ تلاش کریں، اور ہر ممکن کوشش کی جائے کہ فریق مخالف کے جذبات اور احساسات کا خیال رکھتے ہوئے تبصرہ وتنقید اس احتیاط سے کی جائے کہ ان کے لئے تکلیف کا موجب نہ بنے نیز یہ بھی خیال رکھا جائے تنقید افتراق وانتشار کا بھی سبب نہ بنے۔

مذہبی رواداری کا مطلب:

مسلم معاشرے کے ارتقا کی طرف نظر دوڑائی جائے تو یہ بات واضح طور پر دکھائی دیتی ہے اکثر اہل مناصب میں مذہبی رواداری کا عنصر مفقود نظر آتا ہے حالانکہ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے اگر مذہبی رواداری نہیں ہوگی تو معاشرہ آپس میں دست وگریبان ہو جائے گا اور اختلافات وافتراقات کا بے ہنگم ہجوم امنڈ آئے گا اور معاشرہ اس کے نتائج دیکھنے سے بھی قاصر رہے گا۔ دور دورہ ہو تو اس معاشرہ کا انجام انتہائی بھیانک ہوتا ہے۔ چونکہ انسانی زندگی میں مذہب کا کردار اہم رہا ہے لہذا معاشرتی اعتبار سے اس کی حساسیت دیگر شعبہ جات کے مقابلے میں سب سے زیادہ ہے۔ رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں:

> "مذہبی منافرت، گروہیت اور فرقہ واریت کی بنیاد پر جتنا انسانیت کا قتل عام ہوا ہے شاید ہی کسی اور تنازعہ میں ہوا ہو۔ مذہب کی جڑیں معاشرہ میں تہہ در تہہ ہوتی ہیں۔ معاشرہ کے اندر اجتماعیت کے فروغ کے لئے مختلف مذاہب اور مسالک کے اندر وحدت، یگانگت اور رواداری کا ماحول پیدا کرنا ضروری ہے۔ مذہبی رواداری سے مراد یہ ہے کہ دوسروں کے عقیدے، مذہب اور احساسات کا احترام کیا جائے۔ متحمل برداشت اور وسعت نظری سے دیگر مسالک ومذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ معاملات کی انجام دہی ہو۔ رواداری کا ماحول پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنے عقائد وخیالات اور افکار کو دوسروں پر مسلط نہ کیا جائے نہ ہی زبردستی دوسروں کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی سعی ہو۔ دوسروں کے عقائد اور دوسرے مسلک کے رہنماؤں اور پیشواؤں کو برا بھلا نہ کہا جائے اور نا ہی ان کی تحقیر کی جائے۔"[8]

تاریخ گواہ ہے کہ دنیائے انسانیت کے تمام مذاہب میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو واشگاف انداز میں دنیا کو فکر ونظر کی آزادی کی نوید سناتا ہے اور ہر طرح کے جبر کی نفی کرتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

> "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيْمٌ"[9]

> ترجمہ: دین کے معاملے میں اکراہ نہیں ہے بے شک ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے پھر جو شخص شیطان کو نہ مانے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

---

[8] رئیس احمد جعفری، اسلام اور رواداری (لاہور: ادارہ ثقافتِ اسلامی، 1998ء)، ص 55۔

[9] القرآن الکریم، سورۃ البقرہ 2:256۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

امت مسلمہ ملت واحدہ:

فروعی مسائل میں اختلاف صحابہ کرام کے دور میں بھی تھا مگر ان کا اختلاف نزاعی نہیں تھا، فتنہ وفساد اور انتشار کا باعث نہ تھا لیکن آج کے زمانے میں فروعی اختلاف گردن اتارنے کے مترادف ہے بسا اوقات ایک مسلک اور مشرب کے لوگ دوسرے کی تحقیق اور نقطہ نظر سمجھنا اپنی قصرِ شان سمجھتے ہیں چہ جائیکہ کہ فریق مخالف کا نظریہ۔ یہی وجہ ہے کہ آج امت مسلمہ کا شیرازہ بکھرتا جارہا ہے اور اغیار تماشہ دیکھنے میں مصروف ہے حالانکہ ہم سب کو غور و فکر اور خیال کرنا چاہئے کہ مسلمان ایک ملت ہیں اور کلمہ طیبہ پڑھ لینے والے سب لوگ ایک بدن واحد کے اعضاء کی طرح ہیں، لہذا کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ دوسرے کو اسلام سے خارج کرے یا لوگوں پر کفر کے فتوے لگائے۔ کسی شخص کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا یہ بہت بڑا جرم ہے بلکہ امام اعظم تو فرماتے ہیں: اگر کسی شخص میں 99 وجوہات کفر کی پائی جائیں اور ایک وجہ اسلام کی ہو تو اس کے اسلام کی بات کی جائے گی اور اسے مسلمان ہی تصور کیا جائے گا۔ یہ وہ حقیقی لوگ تھے جنہوں نے حقیقی اسلام کو سمجھا اور اس کی تعلیمات کو اپنایا۔ لہٰذا دورِ حاضر کے لوگوں کو فرقہ پرستی کی لعنت سے چھٹکارا پانے کے لئے کوئی نہ کوئی لائحہ عمل تیار کرنا پڑے گا کیونکہ فرقہ پرستی ایک لعنت ہے اور اس لعنت سے جتنا جلد ممکن ہو تو جان چھڑائی جائے کیونکہ مسلمانوں کی فرقہ پرستی کی لعنت نے ملتِ اسلامیہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔

مختلف المسالک علماء اور فرقہ واریت

صحابہ کرام اس دین اصل اور بنیاد ہیں کیونکہ انہی حضرات کی وجہ سے دین ہم تک پہنچا اور یہ سب وہ حضرات ہیں جن کے لئے ہم روز یہ دعا کرتے ہیں صراط الذین انعمت علیھم، اور رب نے ان کے ایمان کی طرح ایمان لانے کا فرمایا اور جن کے بارے میں رضی اللہ عنہ ورضوا عنہم کا مژدہ ملا، ان حضرات کے مابین فروعی مسائل تھا اور ان کے بعد آنے والے تابعین وتبع تابعین وعلماء امت کے درمیان بھی یہ اختلاف موجود ہو اور ایسا ہی ہوا کہ بعد کے آئمہ مجتہدین وعلماء اسلام کے مابین یہ اختلاف موجود چلا آرہا ہے۔ فقہائے امت کے درمیان مسائل فقہ میں اختلاف بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے تحت ہے، یہ اختلاف محمود بھی ہے اور مطلوب بھی اور بہت سی دینی مصلحتیں اس سے وابستہ ہیں۔ مولانا محمد گوندلوی رقمطراز ہیں:

> "یہاں یہ سوال اٹھایا جاسکتا ہے اگر تبدیلی ممکن نہیں تو پھر یہ اختلاف کیسے ظہور پذیر ہو جو آج ہم دیکھتے ہیں۔ مسلمان مختلف مکاتب فکر کے پیرو ہیں۔ اسی نماز ہی کو دیکھ لیں اس میں کوئی آمین بالجہر کا قائل ہے تو کوئی آہستہ آمین کہنے پر مصر ہے، کسی نے حالت نماز میں ہاتھ سینے پر باندھ کرتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ سارے کام فعلی ہیں اور سنت سے ثابت ہیں۔ باہمی فقہی اختلافات کے باوجود کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ نماز میں ہاتھ باندھنا فرض ہے اور پھر سنت بھی اس قسم کی ہے کہ اس کے ترک سے نماز ہو جاتی ہے۔[10] اس لئے مختلف مسالک کے اختلافات تو نہ دور کیے جاسکتے ہیں نہ ان کو دُور کرنا ضروری ہے۔ صرف اتنی بات کافی ہے کہ ہر گروہ اپنے عقیدے پر قائم رہے اور سب ایک دوسرے کے ساتھ رواداری برتیں۔ تکفیر کے باب میں انتہائی محتاط رویہ اپنائیں اور فروعی مسائل کے تحت اس طرح کے تکفیری فتاویٰ معاشرے کے لئے سنگینی کا باعث ہیں۔ چنانچہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے بقول ہمیں ہمارے نبی کریم ﷺ نے اہل لا الہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور کلمہ اسلام کے لیے اصلاً کوئی ضعیف ساضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔[11]

ان تمام تصریحات سے یہ بات روزروشن کی طرح عیاں ہے کہ جب تک فریق مخالف کا کفر مکمل طور پر واضح نہ ہو جائے کسی صورت تکفیر کا فتویٰ نہ دیا جائے بلکہ اس معاملے میں با قاعدہ تحقیق کرلی جائے۔ تاکہ فرقہ واریت کی اس سوچ کو شکست ہو جس کا مقصد معاشرے میں تنگ نظری اور قتل وغارت کو جنم دینا ہے۔ فرقہ واریت ایک ایسا منفی رویہ ہے جس میں ایک مسلک یا مذہب کا ماننے والا اپنے مقابل کا احترام نہ کرے اور مقابل مسلک ومذہب کے پیروکاروں کے ساتھ نفرت اور تعصب کا برتاؤ کرتے ہوئے اپنے موقف کو ثابت کرنے کی کوشش کرے اور رکھے ہیں، کسی نے زیر ناف ہاتھ باندھنا ضروری قرار دے رکھا ہے اور کسی نے سرے سے باندھنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی۔ اٹھارہویں

---

[10] منیر احمد سلفی، درسِ صحیح بخاری (لاہور: اسلام پبلشنگ، س۔ن۔)، ص 81۔

[11] خلیل احمد خان برکاتی، انکشافِ حق (لاہور: جمال پریس، س۔ن۔)، ص 86۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

صدی مسلمانوں کی سلطنت کی زوال کی ابتدا متصور کی جاتی ہے، جہاں ایک طرف ہندوستان میں مسلم کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھیں وہی سلطنت عثمانیہ کے خلاف سازشیں تیز تر ہو چکی تھیں، آپسی اختلاف کے سبب مسلمان، مسلمان سے ہی بر سرپیکار ہو چکا تھا اور یوں پورے ہندوستان پر پھیلی مسلم سلطنت اب مختلف خطوں اور علاقوں تک محدود ہو چکی تھی اور مسلم حکومت کا تتر بتر ہونے کی سب سے بڑی وجہ مذہبی اختلاف تھا۔

مختلف مسالک میں اتحاد کی ضرورت واہمیت:

موجودہ دور میں امت مسلمہ کے اتحاد کی اشد ضرورت ہے، فی زمانہ چاہے ملکی مسئلہ ہو عالم اسلام میں مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ اتحاد اور سب سے بڑی کمزوری اختلاف ہے ۔مسلمانوں کا اتحاد ناگزیر ضرورت ہے ،اگر دیکھا جائے تو تمام مسالک کے اعتقادیات تو مشترک ہیں اور اسلامی نظام کی بنیاد عقائد پر ہی مبنی ہے جیسا کہ سب مسلمان توحید ورسالت، آخرت کے دن پر یقین، ملائکہ کے وجود، حضور اقدس ملی کیم کی ختم نبوت، زکوۃ کی فرضیت اور حج، نماز روزہ کی فرضیت جیسے مسائل پر یکساں ایمان رکھتے ہیں اب رہا فروعی اختلاف تو وہ تو صحابہ کرام کے درمیان بھی تھا مگر ان میں اتحاد تھا اور فروعی احکام سے عقائد اسلام کی بنیاد پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور نہ پڑے گا مگر اثر کب پڑے گا جب آپس میں منافرت اور فرقہ پرستی شروع ہو جائے گی۔

مختلف مسالک میں اتحاد کے اصول:

بات چاہے ماضی قریب کی ہو یا ماضی بعید کی مختلف مسالک میں اختلاف ایک ناقابل بیان حقیقت ہے۔ شریعت نے جتنی آسانی دی ہے کم سے کم اتنی رعایت اور رخصت کے باوجود اتنی شدت اور منافرت کی فضا سے پرہیز اور گریز کرنا چاہئے، میں کوشش کروں گا کہ ایک طالب علم اور سچا پاکستانی شہری ہونے کے ناطے اپنی بساط کے مطابق چند ایسی تجاویز یا سفارش پیش کروں جس سے ملک میں بڑھتی ہوئی نفرت اور فرقہ واریت ختم ہو سکے:

مسلکی اختلاف کو برداشت کرنا:

ہر مسلک والا اپنے تیئں خود کو صحیح اور دوسرے کو غلط قرار دیتا ہے، جبکہ ہم سب نے اپنی اپنی قبر و آخرت میں اپنا اپنا حساب و کتاب دینا ہے، لہٰذا اپنے مسلک پر فوکس رکھے اور دوسرے کے ایسے عقائد و نظریات جو آپ کے مذہب و مسلک کو نقصان نہ پہنچاتے ہوں انہیں برداشت کیجیے۔

دوسرے مسالک کے ساتھ خیر خواہی:

اپنے مخالف نظریہ کے مسالک کے ساتھ خیر خواہی کیجئے اور جتنا ممکن ہو انہیں بدعتی، مشرک، کافر اور گستاخ کہنے سے بچا جائے، ہاں اپنے نقطہ نظر کو 100 فیصد بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں اور اپنے مذہب کی صحیح تصویر دوسرے کے مذہب کو غلط قرار دیئے بغیر بھی پیش کی جاسکتی ہے۔

دینی مقدسات / مسلکی مقدسات

مسلمانوں کے مابین محبت رسول ﷺ، محبت آل رسول، احترام صحابہ کرام اور احترام ازواج مطہرات نیز بزرگان دین و اولیائے کاملین۔ مؤخر الذکر کے علاوہ ان سب کی شان پر قرآن شاہد جبکہ اولیائے کاملین کی شان پر صراحت قرآن پاک آیات گواہ ہیں لہٰذا ہر ایک کو ان کا ادب کرنا چاہئے، سب مسلمانوں کو ان کی ادنی سی گستاخی اور بے ادبی سے پرہیز کرنا چاہئے اور جس مسلک کے فرد یا گروہ ایسی حرکات کریں انہیں فوراً تنبیہ کریں اور ان سے لاتعلقی کا اظہار کریں۔

اتحاد وقت کی ضرورت ہے:

اس بات میں کسی بھی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش موجود نہیں ہے کہ اتحاد و اتفاق کسی بھی قوم کی ترقی اور اعلیٰ اہداف کے حصول کے لئے ایک اہم عنصر اور ستون کی حیثیت رکھتا ہے، اور آج کے دور میں تو مسلمانوں کا اتحاد ایک اہم ضرورت ہے۔ ملکی سطح پر مسلمان ہوں یا بین الاقوامی مسلم ممالک ہوں ہر ایک دوسرے سے باہم برسرپیکار ہے، بلکہ اب تو ریاست ہی مذہب اور مسلک کی بنیاد پر استوار ہو رہی ہیں جیسا کہ ایران شیعہ اسٹیٹ، سعودی سلفی اسٹیٹ، ترکی سیکولر + سنی اسٹیٹ بنتی جارہی ہے مگر ضرورت اس امر کی ہے وہ مسلم ریاست بنیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمانانِ عالم طرح طرح کے مسائل میں مبتلا ہیں اور اس کی بنیادی وجہ نااتفاقی، فرقہ وارانہ منافرت اور دوسرے مادی مفادات، عدم برداشت اور عدم اتحاد ہے۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مسلمانوں کی تمام عظمت وعزت وسربلندی سب کچھ آپسی اختلاف کھا گیا جبکہ دوسری طرف اسلام کے دشمن جو کبھی آپس میں بھی دشمن تھے وہ مسلمانوں کے خلاف متحد ہوگئے اوراب وہ مختلف سازشوں کے ذریعے مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی کوششوں میں مصروف رہتے ہیں۔ تاریخی حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں میں باہمی اختلاف پیدا کرنا یہود ونصاریٰ کا پرانا طریقہ ہے۔ قرآن کریم ہمیں یہود ونصاریٰ کی ان شورشوں سے آگاہی کے ساتھ ساتھ بہت سی آیات میں غور وفکر، تفرقے واختلافات سے بچنے اور مسلمانوں کو متحد رہنے کا حکم دیتا ہے نیز اختلاف کے دوران برداشت سے کام لینے اور صبر کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ آپس کا اتحاد، تقویٰ واخوت کے قوانین پر عمل کرکے حاصل ہوسکتا ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب مسلمانوں کے پاس وسعت قلبی وذہنی ہو۔ اولی الامر اور جید علمائے دین کے لئے ضروری ہے کہ اتحاد واخوت کے فروغ اور فرقہ پرستی کے خاتمہ کے لئے دستور سازی کریں۔ اوران کا حل بھی تلاش کریں لہذا ضروری ہے کہ پاکستانی کے اندرونی وبیرونی فرقہ وارانہ عوامل کی نشاندہی کرکے ان کے اسباب وتدارک کی راہ ہموار کی جائے۔

رب کی منشاء امت کا یکجا ہونا

اسلام انبیائے کرام کے ذریعہ اللہ کا نازل کیا ہوا وہ دین ہے جو حضرت آدم تا تاجدار ختم نبوت ﷺ پر بھی نازل کیا گیا تھا۔ ان تمام انبیاء کو دین کے قائم رکھنے کا حکم دیا گیا تھا اور ان کے ذریعے تمام اہل ایمان کو حکم دیا گیا کہ وہ دین میں تفرقہ پیدا نہ کریں۔ ارشاد ربانی ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ"

ترجمہ: تمہارے لئے دین کی وہ راہ ڈالی جس کا حکم اس نے نوح کو دیا اور جو ہم نے تمہاری طرف وحی کی اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا کہ دین ٹھیک رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔[12]

اسی لئے دین اور شریعت میں تمام انبیاء اور اُن کے آسمانی مذاہب کے درمیان اتحاد ہے۔ توحید ورسالت، تقدیر اور بعث وغیرہ پر ایمان لانا ہمارے لیے بھی ضروری ہے اور امم سابقہ پر بھی ضروری تھا۔ اسی طرح صدق، امانت، عبادت، احسان، عدل وانصاف اور سخاوت وغیرہ کا اُن کو بھی حکم دیا گیا اور امت محمدیہ بھی ان احکام کی پابند ہے۔ البتہ مقاصد شریعت کے حصول کے طریقوں میں اختلاف ہوسکتا ہے کیونکہ اس کے ذریعے ہر امت کو اُس کے زمانے اور اس کی استعداد کے مطابق تعمیل احکام کی ہدایت دی گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا

ترجمہ: ہم نے تم سب کے لئے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا۔[13]

مقاصد شریعت میں اتحاد ضروری تھا جو ہر شریعت میں مطلوب ومقصود تھا، البتہ شرعی احکام میں اور ہر رسل کی شریعت مختلف تھی بعض شریعت میں سب کچھ حلال تھا اور بعض شریعت میں کچھ چیزیں حلال اور کچھ چیزیں حرام قرار دی گئی چنانچہ نماز، روزہ اور انفاق فی سبیل اللہ کے جو تفصیلی احکام میں امم سابقہ اور امت محمدیہ کے درمیان فرق ہے اسی طرح خود امت محمدیہ میں نصوص کی بنیاد پر جو فروعی احکام میں اختلافات ہیں ان کو رحمت فرمایا گیا ہے۔ اس سے توسع پیدا ہوتا ہے اور اختلاف کرنے والے تمام اہل ایمان کا مقصود درضائے الٰہی کا حصول اور نجات آخرت ہی ہوتا ہے۔

اتحاد امت اور پیغام قرآن

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ مسلمانوں کے درمیان اتحاد کی ضرورت اور اختلاف سے اجتناب میں ہی اسلامی ملت کا رشد اور بلندی ہے۔ کیونکہ اتحاد آزاد ملتوں کی سعادت ہے کہ جو ان میں موجود مختلف گروہوں کے اتحاد اور ان کے ایک دوسرے کے قریب آنے سے حاصل ہوگی۔ ترجمہ: بیشک یہ ایک اُمت ہے اور میں تمہارا پروردگار پس میری عبادت

[12] القرآن الکریم، سورۃ الشوریٰ 42:13۔

[13] القرآن الکریم، سورۃ المائدہ 5:48۔

کرو۔ اس بناء پر تمام مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ خدائے وحدہ پر ایمان رکھیں اور وحی الٰہی کے مطابق اس برادری کی قدر دانی کریں اور آپس میں جھگڑا نا کریں۔ ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:"

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ[14]

ترجمہ: بیشک تمہارا یہ دین ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا رب ہوں تو میری عبادت کرو۔

ہمارا خالق ومالک ہمیں ایک امت، امت واحدہ بتارہا ہے مگر ہم اس کے باوجود مختلف مسالک اور گروہ میں تقسیم در تقسیم ہوتے رہے لہٰذا اس آیت پر غور وفکر کرکے ہم دوبارہ امت واحد بن کر اتحاد کی طرف آسکتے ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۗ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ[15]

ترجمہ: اور اُن جیسے نہ ہونا جو آپس میں پھٹ گئے اور اُن میں پھوٹ پڑگئی بعد اس کے کہ روشن نشانیاں انہیں آچکی تھیں اور اُنکے لئے بڑا عذاب ہے۔

مندرجہ بالا تمام آیات اس مفہوم کی متقاضی ہیں کہ گروہوں اور فرقوں میں بٹ کر امت واحدہ کی نعمت کو ٹھکرانا ناانصافی اور ظلم ہے۔

اسلام اور راہِ اعتدال

اسلام مکمل راہِ اعتدالی کا نام ہے۔ اسلام اور شریعت میں کسی بھی گوشہ سے افراط و تفریط نہیں کیونکہ اسلام کے ماننے والوں کی فضیلت ہی میں اعتدال کو بڑی اہمیت کے ساتھ قرآن کریم نے بیان فرمایا:

"وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ"[16]

ترجمہ: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں افضل تم لوگوں پر گواہ ہو۔

آیت مبارکہ کا مطلب واضح ہے کہ دوسری امتوں کے مقابلے میں یہ امت معتدل ہے۔ افراط و تفریط کے درمیان راہ چلنے والی ہے خواہ اعتقادات ہوں، اعمال واخلاق ہوں یا دیگر کارنامے۔ پس اعتقادی اعتبار سے بھی اسلام اور اس کے ماننے والوں میں اعتدال ہوگا جیسا کہ امم سابقہ سے موازنہ کرنے سے عیاں ہوتا ہے کہ پچھلی امتوں میں ایک طرف تو یہ نظر آئے گا کہ اللہ کے رسولوں کو اس کا بیٹا بنالیا اور ان کی عبادت و پرستش کرنے لگے:

"وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ "

ترجمہ: اور یہودی بولے عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصرانی بولے مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔[17]

سابقہ امم کے برعکس امتِ محمدیہ ہر قرن اور زمانے میں ایک طرف تو اپنے رسول ﷺ سے عشق و محبت اور والہانہ تعلق رکھتے ہیں کہ انکے قدموں میں اپنی جان ومال، آل و اولاد اور عزت آبرو سب کو قربان کردیتے ہیں۔ دوسری طرف یہ اعتدال سے رسول کو رسول اور خدا کو خدا سمجھتے ہیں۔ رسول ﷺ کو بایں ہمہ کمالات وفضائل اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہتے اور مانتے ہیں۔ اسی طرح آپ صلی الی ظلم کی مدح سرائی اور نعت گوئی میں بھی ایک حد اعتدال قائم رکھتے ہیں۔ اعتدال کا ایک متضاد معنی جماعت سے الگ ہو جانے کے بھی ہیں یعنی اپنا ایک الگ تشخص بنالینا اور تفرد قائم کرلینا۔ اسی کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عليكم بالجماعة واياكم والفرقة

---

[14] القرآن الکریم، سورۃ الانبیاء 21:92۔

[15] القرآن الکریم، سورۃ آلِ عمران 3:105۔

[16] القرآن الکریم، سورۃ البقرہ 2:143۔

[17] القرآن الکریم، سورۃ التوبہ 9:30۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

ترجمہ: جماعت کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رہو اور انتشار سے پوری طرح الگ رہو۔

اسی طرح عبادت اور عمل کے شعبہ میں بھی شریعت اور اسلام کے اندر وہ اعتدال ہے جس سے ادیانِ سابقہ تہی دامن ہیں۔ مثلاً پچھلی امتوں میں ایک طرف تو یہ ہے کہ اپنی شریعت اور دین کو چند کوڑیوں کی خاطر فروخت کیا جاتا ہے، رشوتیں لے کر احکام شریعت میں تبدیلی اور ترمیم کی جاتی ہے، غلط فتوے صادر ہوتے ہیں اور طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے شرعی قوانین اور اصول کو بدل دیا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر عبادات واعمال سے دامن بچانے کی ہر ممکن تدبیر کی جاتی ہے اور دوسری جانب اُن کے معبدوں اور عبادت گاہوں میں ایسے حضرات بھی دکھائی دیتے ہیں جو دنیا اور دنیا کی تمام جائز ومباح چیزوں تک سے کنارہ کش ہو کر رہبانیت اختیار کیے ہوئے ہوں گے۔ ایسے حضرات اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اور پاکیزہ نعمتوں سے خود کو محروم کر لیتے ہیں اور بے جا سختیاں جھیلنے کو عبادت اور کارِ ثواب تصور کرتے ہیں۔ امت محمدیہ نے اس کے بر خلاف رہبانیت اور ترک دنیا کو انسانیت پر ظلم قرار دیا تو دوسری طرف احکام خدا اور ہدایات نبوی پر مر مٹنے کا جذبہ پیدا کیا کہ قیصر وکسری کے تخت وتاج کے مالک بن کر بھی دنیاوالوں کو یہ دکھلا دیا کہ دیانت وسیاست میں یا دین ودنیا میں کوئی مخاصمت نہیں اور مذہب صرف مسجدوں اور خانقاہوں کے لیے ہی نہیں آیا بلکہ اسلام کی حکمرانی تو بازاروں، دفتروں، وزارتوں، امارتوں، تعلیم گاہوں اور جنگ کے میدانوں تک میں ہے۔ اسلام نے بادشاہی میں فقیری اور فقیری میں بادشاہی کا تصور پیش کیا جس کی نظیر پیش کرنے سے بقیہ ادیان تاقیامت قاصر ہیں۔

معاشرتی اور تمدنی اعتدال

اسلام کے علاوہ معاشروں کا حال نہایت افراط وتفریط کا شکار تھا کہ معاشرہ کے حال ک ایک رخ اور تصویر کا ایک پہلو تو یہ تھا کہ دوسروں کے حقوق کی کوئی پرواہ نہیں تھی نہ پڑوسیوں کے حقوق تھے نہ رفقاسفر کے نہ عورتوں کے حقوق کا کوئی تصور تھا اور نہ یتیم ولاوارث بچوں کے۔ نہ اولا دوالدین کے حقوق کو جانتی تھی اور نہ والدین اپنی اولاد کے حقوق سے واقف تھے۔ پوری انسانیت کے حقوق پامال ہو رہے تھے۔ تصویر کا دوسرا رخ کچھ ایسا تھا کہ کیڑوں مکوڑوں کے مارنے کو بھی جرم سمجھا جاتا، حلال جانوروں کے ذبیحہ کو حرام خیال کیا جاتا اور خدا کے حلال جانوروں کے شکار کو گناہ اور بُرا جانا جاتا۔ امتِ مسلمہ اور اس کی شریعت نے ایک معتدل راہ اختیار کی کہ انسانیت کے ہر طبقہ کے حقوق کی رعایت کا حکم فرمایا اور دوسری طرف خالق کائنات کے حلال کردہ جانوروں کے گوشت کو حلال اور جائز قرار دیا۔ اسی طرح اقتصاد کے باب میں اعتدال قائم رکھنے کے لیے اسلام نے زکوۃ وعشر، صدقہ وخیرات وغیرہ کا ایک معتدل اور منظم دستور اور اصول قائم فرمایا کہ نہ تو سرمایہ دارانہ نظام کی حمایت ووکالت فرمائی کہ جس میں حلال وحرام کا کوئی امتیاز کیے بغیر اور اسی طرح دوسروں کی بدحالی وخوش حالی سے صرفِ نظر کر کے زیادہ سے زیادہ مال ودولت جمع کرنے کو انسان کی سب سے بڑی فضیلت اور انسانیت کی معراج سمجھی جاتی ہے اور نہ ہی اشتراکی نظام کی اسلام نے پذیرائی کی کہ اس میں شخصی اور انفرادی ملکیت کو سرے سے ظلم قرار دیا جاتا ہے۔ کیونکہ دونوں مذکورہ نظاموں میں دولت کو مقصد زندگی بنالینا ہے حالانکہ دولت انسان کی خادم تو ہو سکتی ہے مگر مقصود ومطلوب نہیں۔

مسلکی اختلافات میں اعتدال

جب دین میں ہمیں اعتدال کا حکم ہے تو ہمیں تمام شعبہ ہائے حیات کی مانند مسلکی اختلافات میں بھی یہی طریقہ اپنانا چاہیے تاکہ انتشار کی روک تھام اور اتحاد واتفاق کی راہ ہموار کی جاسکے۔ مولانا محمود حسن مالٹا کی چار سالہ قید سے رہائی کے بعد تشریف لائے تو ایک رات بعد عشاء دارالعلوم دیوبند میں علماء کے بڑے مجمع میں ارشاد فرمایا کہ "ہم نے تو مالٹا کی جیل میں دو سبق سیکھے ہیں" یہ سن کر سارا مجمع ہمہ تن گوش ہو گیا کہ اس آخری عمر میں جو دو سبق سیکھے ہیں وہ کیا ہوں گے؟ فرمایا" میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی ودنیوی حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں؟ تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے ایک اُن کا قرآن کو چھوڑ دینا اور دوسرا آپس کا اختلاف اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآنِ کریم کو لفظا اور معنیً عام کیا جائے، بچوں کے لیے لفظی تعلیم کے مکاتب بستی بستی قائم کیے جائیں اور بڑوں کو عوامی درس کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیم پر عمل کے لیے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ وجدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔ بلاشبہ آج بھی یہی دو وجوہات ہیں جن کی وجہ مذکورہ بالا آیات اور مباحث کی روشنی میں اتحاد امت اور راہ اعتدال کی تلاش ناگزیر اور بقاء امت کے لئے سے مسلمان پستی اور ذلت کا شکار ہیں۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

مختلف مسالک کے درمیان باہمی اتفاق واتحاد کی سبیل

ہر مسلمان کا فرضِ منصبی بھی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اختلافات کی بجائے مشترکات پر زیادہ زور دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بے جا اختلاف کی سخت الفاظ میں مذمت فرمائی ہے:

من اراد أن يفرق أمر ہذہ الأمة وہی جميع فاضربوہ بالسيف كائنا من كان

ترجمہ: جو شخص محمد امت کو منتشر کرنا چاہے تو اسے تلوار پر رکھ لو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

اتحاد امت اور عصر حاضر کے تقاضے

اختلاف کی موجودگی میں اتحاد کی راہ اور حل نکالنے کے لیے چند امور کا لحاظ ضروری ہے۔ ذیل میں ایسے چند امور کا جائزہ لیا جاتا ہے جو مختلف مسالک میں علمی اختلاف کے باوجود اتحاد کا سبب بن سکتے ہیں:

اول اشتراکیت

دو گروہوں کے درمیان خواہ کتنا بھی اختلاف ہو لیکن بہت سے امور میں اشتراک بھی پایا جاتا ہے۔ اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ اختلافی اُمور کے بجائے ان اُمور پر نظر رکھی جائے جو قدرِ مشترک ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان اتنی زیادہ باتیں مشترک ہیں کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں میں اس کا پچاس فیصد بھی شاید ہی مل سکے۔ مثلاً عیسائیوں میں کیتھولک، پروٹسٹنٹ اور آرتھوڈکس کے درمیان خدا کے تصور کے بارے میں بھی اتفاق رائے نہیں پایا جاتا۔ لیکن مسلمانوں کا معاملہ یہ ہے کہ خدا کی توحید، اللہ تعالیٰ کی صفات، نبوت ورسالت اور محمد صلی لیم پر ختم نبوت، آخرت، بنیادی فرائض، واجبات اور محرمات وممنوعات کے بابت کوئی اختلاف نہیں۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے اتحاد و اتفاق کا راستہ بہت آسان ہے اور وہ اختلافی چیزوں کے بجائے مشترکہ اقدار کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھ سکتے ہیں۔

ہندوستان وپاکستان میں حالیہ اس حوالے سے اقدامات اٹھائے گئے ہیں۔ ہندوستان میں آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ کے قیام کے دوران تمام مکاتب فکر کو شمولیت کی دعوت دی گئی اور ملی اتحاد کی سبیل پیدا ہوئی۔ جبکہ پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل کا ادارہ قائم کیا گیا اور اس میں ہر مسلک کو نمائندگی دی گئی۔ اس کے بعد یہ سوچ پیدا ہوئی کہ مشترک مسائل کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ سر جوڑ کر بیٹھیں۔ اس ہم آہنگی اور اشتراک کو مختلف میدانوں میں بڑھانے کی ضرورت ہے کیوں کہ جب آدمی ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتا ہے، مشترک مسائل پر گفتگو کرتا اور سوچتا ہے تو فاصلے سمٹتے، مفاہمت پیدا ہوتی اور ایک دوسرے کی توقیر کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ مفاہمت اور اشتراکیت رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات اور اسلام کے مزاج کے عین مطابق ہے۔ قرآن مجید نے یہودیوں اور عیسائیوں کو دعوت دی کہ ہم قدر مشترک پر ایک دوسرے کے ساتھ جمع ہو جائیں اور وہ یہ ہے کہ ہم سب اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ

ترجم: ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں یکساں ہے۔[18]

جب مسلم وغیر مسلم کے درمیان قدر مشترک کی بنیاد پر اتحاد کی تشکیل ہو سکتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ خود اُمت مسلمہ اس اصول پر آپس میں متحد نہ ہو سکے۔

دوم ذوق اور رجحان کا تفاوت

شخصیتوں کے بارے میں لوگوں کی پسند الگ الگ ہوتی ہے۔ انبیا پر ایمان لانے کا تو ہر شخص مکلف ہے لیکن فقہاو محدثین، اولیاء وصالحین اور مشائخ وسلاطین کے بارے میں ہو سکتا ہے کہ مختلف لوگوں کا ذوق اور ان کا رجحان الگ الگ ہو۔ ایک شخص کچھ بزرگوں سے عقیدت رکھتا ہے دوسرے شخص کو کچھ دوسرے بزرگوں سے عقیدت ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت میں کم از کم یہ بات ضروری ہے کہ ہر آدمی اپنے بزرگوں کے بارے میں کلمہ خیر کہتے ہوئے دوسروں کی خدمات کا بھی معترف ہو یا کم از کم ان کے بارے میں بدگوئی اور بدکلامی سے گریز کرے تاکہ ان کے متبعین کی دل آزاری نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں کا بھی اس درجہ پاس ولحاظ رکھا کہ ان کے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے

---

[18] القرآن الکریم، سورۃ آلِ عمران 3:64۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY
Vol.4, No.1, 2026
ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

روک دیا۔ کیا ہم مسلمانوں کے آباء واجداد، ان کے مشائخ وبزرگوں اور دین حق کے خدمت گاروں کے بارے میں بھی اس درجہ تہذیب وشائستگی اختیار نہیں کرسکتے؟ یہ بات ظاہر ہے کہ جب آپ دوسروں کے بزرگوں کو برا بھلا کہیں گے تو وہ آپ کے بزرگوں کی شان میں منقبت نہیں پڑھیں گے۔ اس لئے صحیح طریقہ وہی ہے کہ خود اپنی زبان کی حفاظت کی جائے۔ قرآن مجید نے اس لئے معبودان باطلہ کو برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے کہ جب تم انھیں برا کہو گے تو تم جس خدا کے پرستار ہو وہ ان کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہوں گے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ

ترجمہ: اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللّٰہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللّٰہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے۔[19]

جو اصول قرآن مجید نے غیر مسلموں کے معبودان باطلہ کے بارے میں دیا ہے کم سے کم ہم ان لوگوں کے بارے میں جو مسلمانوں کے لئے عقیدت واحترام کا مرکز ہیں یہی رویہ اختیار کریں تو بہت سارے اختلافات سے ہم بچ سکتے ہیں۔

سوم جدال احسن

اختلاف چونکہ ناگزیر ہے لہذا اختلاف کا سلیقہ اور ادب سیکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر کسی نظریہ پر آپ خوش سلیقہ ہو کر اور خوش کلامی کے ساتھ تنقید کریں تو فریق مخالف آپ کی بات کو قابل غور بھی سمجھے گا اور کم از کم یہ ضرور ہو گا کہ نفرت کا آتش فشاں سلگنے نہ پائے گا۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

"ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ

ترجمہ: اے سننے والے برائی کو بھلائی سے ٹال جبھی وہ کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی تھی ایسا ہو جائے گا جیسا کہ گہرا دوست۔[20]

افسوس کہ دفاع احسن جس کو قرآن مجید نے "جدال احسن" سے تعبیر کیا ہے اب اس کی صلاحیت مسلمانوں میں باقی نہیں رہی۔ جب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہم السلام فرعون کو دعوت حق دینے کے لئے بھیجے گئے تو اللہ تعالی نے خاص طور پر ہدایت فرمائی کہ نرم لب ولہجہ اختیار کریں:

فَقُوْلَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشَى

ترجمہ: تو اس سے نرم بات کہنا اس امید پر کہ وہ دھیان کرے یا کچھ ڈرے۔[21]

مذکورہ آیت میں نکتہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں اور فرعون کھلا ہوا کافر بلکہ کافروں کا سرخیل۔ اس کے باوجود ان پیغمبروں کو نرم خوئی اور نرم گفتاری کا حکم دیا جاتا ہے۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اُمت کے باہمی اختلاف میں بھی اس اصول پر عمل کرنے کو آمادہ نہیں ہیں۔ اختلاف مذہبی ہو یا سیاسی، تنظیمی وجماعتی ہو یا مسلکی ومشربی ہر جگہ ہماری زبان عدل اور اعتدال کی حدود کو پھلانگ جاتی اور جن باتوں کو نرم لب ولہجہ اور سنجیدہ پیرایہ میں کہا جاسکتا ہے ان کو بھی ہم ایسی تلخی اور تندی کے ساتھ پیش کرتے ہیں کہ اس سے نفرت کی دیواریں اور اونچی ہو جاتی ہیں۔ امت مسلمہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآنی تعلیمات کے مطابق جدال احسن کو اپنائیں تاکہ انتشار اور تفرقہ سے محفوظ رہا جاسکے۔

مسلکی اختلاف سے پہلو تہی

انسان کے سامنے جب کوئی اہم کام نہیں ہوتا تو وہ غیر اہم کام میں اُلجھ جاتا ہے۔ اس کی صلاحیتوں کے اظہار کے لئے جب کوئی مثبت اور تعمیری میدان مہیا نہیں ہوتا تو وہ منفی اور تخریبی کاموں میں لگ جاتا ہے۔ مسلمانوں سے ایک بہت بڑا فریضہ دعوت دین کا متعلق ہے کہ وہ برادران وطن تک اللہ کے دین کو پہنچائیں اور ادیان باطلہ کی ایسی خوبصورتی کے ساتھ تردید کریں جس سے اختلاف ونفرت پیدا ہونے کے بجائے لوگوں میں قبولیت کا جذبہ بیدار ہو۔ یہ بات ممکن بھی ہے اور جو لوگ تھوڑا بہت اس کام کو کر رہے ہیں اس کے نتائج بڑے ہی بہتر اور امید افزاء سامنے آرہے ہیں۔ اگر مسلمان اپنے باہمی مسلکی اختلاف میں پہلو تہی سے کام لیں اور اختلاف بڑھانے والی باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے

---

[19] القرآن الکریم، سورۃ الانعام 6:108۔

[20] القرآن الکریم، سورۃ حٰم السجدہ (فصلت) 41:34۔

[21] القرآن الکریم، سورۃ طٰہٰ 20:44۔

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

دعوت دین کی طرف متوجہ ہوں تو ان کو اپنی کاوشوں اور صلاحیتوں کے استعمال کے لئے ایک بہتر میدان مل جائے گا۔ ان کی قوتیں صحیح سمت میں خرچ ہوں گی اور اس سے انشاء اللہ اس ملک کی تاریخ میں ایک نیا انقلاب کروٹ لے سکتا ہے۔ مقام افسوس ہے کہ جس امت کو اس کے پیغمبر نے آخر تک اتحاد و اتفاق کی تلقین کی اور جس کے درمیان اتفاق واشتراک کے نکات کے مقابلے میں اختلافی نکات شاید دو فیصد بھی نہ ہوں وہ اُمت نقش دیوار کو پڑھنا چھوڑ دے اور بلا امتیاز اس کے جان و مال اور عزت و آبرو کی ارزانی بھی اسے متحد نہ کرسکے۔ اس لئے بہتر ہے کہ ہم ملی اتحاد کی کوئی سبیل پیدا کریں تاکہ مزید فتنہ اور افتراق سے بچ جائیں۔

اختلاف سے بچنے کے طریقے۔

* اختلافی مسائل میں ہر فریق کے پاس دلائل شرعیہ ہیں اگرچہ ان دلائل کی قوت وضعف میں فرق ہو جیسا کہ اکثر مسائل اختلافیہ فرعیہ میں ہوتا ہے، پس خواص کو توچاہیے کہ جو ان کو تحقیق سے معلوم ہوا ہے اس پر عمل رکھیں۔
* دوسرے فریق کے ساتھ بغض وکینہ نہ رکھیں، نہ نفرت و تحقیر کی نگاہ سے دیکھیں، نہ تفریق وتضلیل کریں بلکہ اس اختلاف کو مثل اختلاف حنفی و شافعی سمجھیں۔
* باہم ملاقات مکاتبت سلام، موافقت و محبت کی رسوم جاری رکھیں یعنی سماجی تعلقات قائم رکھیں۔ تردید و مباحثہ خصوصاً بازاریوں کی طرح گفتگو سے اجتناب کریں کیونکہ یہ منصب اہل علم کے خلاف ہے۔
* ایسے مسائل میں نہ کوئی فتویٰ لکھیں اور نہ دستخط کریں کہ فضول ہے۔ جیسا کہ میلاد النبی صلی ایام کے بارے میں فتویٰ۔
* ہر ایک عمل میں ایک دوسرے کی رعایت کریں۔ یعنی جب دوسرے مسلک والوں کے پاس جائیں تو ان کی طرح اعمال کریں۔
* عوام نے جو غلو اور زیادتیاں کرلی ہیں ان کو نرمی سے منع کریں۔
* منع کرنا ان لوگوں کا مفید ہوگا جو اس عمل کے جواز کے قائل ہیں اور جو اس عمل کے عدم جواز کے قائل ہیں ان کا خاموش رہنا بہتر ہے۔ (یعنی مسلکی منافرت کے خاتمہ کے لیے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ کون کون سی بات کسی نے کرنی ہے اور کسی کی بات زیادہ اثر رکھے گی اور کون یہ بات کرے گا تو معاملات اور خراب ہوں گے)
* فتنہ سے بچیں اور کسی جگہ کے رسم ورواج اور عادات سے اگر آپ موافقت نہیں رکھتے تو مخالفت بھی نہ کریں۔
* فریقین ایک دوسرے کے نقطہ نظر کی تاویل کرلیا کریں یعنی اچھی توجیہ کریں۔
* عوام کو چاہیے کہ جس عالم یادیندار آدمی کو محقق سمجھیں اس کی تحقیق پر عمل کریں اور دوسرے فریق کے لوگوں سے تعرض نہ کریں۔ خصوصاً دوسرے مسالک کے علماء کی شان میں گستاخی کرنا چھوٹا منہ بڑی بات کے مصداق ہے۔
* غیبت وحسد سے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں ان امور سے پرہیز کریں اور عداوت سے بچیں۔
* ایسے مضامین کی کتابوں اور رسائل کے مطالعہ سے بچیں جن میں اختلافی مسائل بیان ہوں، کیونکہ یہ کام علماء کا ہے۔
* مسلکی منافرت کے خاتمہ کے لیے اختلافی مسائل پر مباحثہ، قیل و قال نہ کرنا اور ایک دوسرے کو وہابی وبدعتی نہ کہنا اور عوام کو جھگڑوں اور غلو سے منع کرنا علمائے کرام کی ذمہ داری ہے۔

خلاصہ بحث

اسلام واحد مذہب ہے جس نے اتحاد و اتفاق اور اجتماعیت کا مثبت تصور امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا اور مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق پر ہمیشہ زور دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے اندر کافی حد تک اتحاد و اتفاق کا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ امت مسلمہ کے اندر اتحاد و اتفاق اور اجتماعیت کے جذبہ کو بڑھانے کیلئے اسلامی عبادات خاص طور پر نماز کیلئے جماعت کی تاکید کی گئی، جمعہ وعیدین میں مسلمانوں کے اجتماع کا خاص اہتمام کیا گیا تاکہ ملت اسلامیہ کا باہمی اتحاد و اتفاق اور مرکزیت قائم رہے۔ اس کے ساتھ فریضہ حج کی ادائیگی بھی امت مسلمہ کے اتحاد و اتفاق کا نمایاں مظہر اور وحدت و مساوات کی سب سے بڑی علامت

THE STUDY OF RELIGION AND HISTORY

Vol.4, No.1, 2026

ISSN P: 3006-3329
ISSN E: 3006-3337

ہے۔ مسلمانوں میں اتحاد کا داعیہ اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے جب وہ اپنے فروعی اور جزوی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر اسلامی وحدت واخوت کے رشتہ کو مضبوط و مستحکم کریں کیوں کہ برق رفتار ترقی، میڈیا و ٹیکنالوجی اور گلوبلائزیشن کے اس دور میں موجودہ وقت وحالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ ملی اتحاد قائم ہو۔ اس وقت عالم اسلام بالخصوص ہمارے ملک کی موجودہ صورتحال میں امت مسلمہ کیلئے اتحاد واتفاق کی ضرورت اور ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اس مقصد کے لیے مسلکی اختلافات کو بھلا کر بحث ومباحثہ کے اصول اور آداب ملحوظ رکھتے ہوئے مشترکات پر زور دیا جائے تاکہ انتشار کو پھیلنے سے روکا جاسکے اور امتِ مسلمہ اتحاد واتفاق کی دولت سے مالامال ہو۔

علماء کرام اور ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری

مسلکی اختلافات کو نزاع اور انتشار میں تبدیل ہونے سے بچانے میں علماء کرام اور ذرائع ابلاغ کا کردار بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ علماء کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ منبر ومحراب سے فروعی اختلافات کو اعتدال اور دلیل کے ساتھ بیان کریں، عوام میں تحقیق کا ذوق پیدا کریں اور کسی ایک مسلک کی تنقیص کرکے سستی مقبولیت حاصل کرنے کے رویہ سے اجتناب کریں۔ اسی طرح ذرائع ابلاغ، خصوصاً سوشل میڈیا پلیٹ فارمز، پر اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ ایسا مواد نشر نہ کیا جائے جو فرقہ وارانہ منافرت کو ہوا دے۔ دینی مدارس وجامعات کے نصاب میں بھی اس امر کی گنجائش پیدا کی جانی چاہیے کہ طلبہ کو ابتدا ہی سے اعتقادی اور فروعی مسائل کے دائرہ کار سے آگاہ کیا جائے تاکہ آئندہ نسل معتدل مزاج اور رواداری کے جذبہ سے سرشار ہو کر معاشرے میں مثبت کردار ادا کرے۔